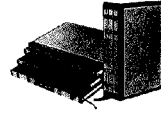


غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

مسئلہ حاضر و ناظر!



اہل سنت والجماعت کے قرآن و سنت کے موافق اتفاقی عقیدے کو ترک کرتے ہوئے بعض لوگوں نے یہ عقیدہ گھڑ رکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ ہم اختصار کے ساتھ اس باطل اور مبالغہ آمیز عقیدے کے خلاف قرآنی و حدیثی دلائل ذکر کر رہے ہیں۔ قارئین کرام تعصب سے دور رہ کر مطالعہ فرمائیں:

قرآنی دلائل

دلیل نمبر ①: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ﴾ (آل عمران 3: 44)

”اور (اے نبی!) آپ اس وقت ان کے پاس نہیں تھے جب وہ (یہ جاننے کے لیے بطور قمرعہ اندازی) قلمیں ڈال رہے تھے کہ مریم کی کفالت کون کرے گا؟ نہ ہی آپ اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔“

اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں مشہور سنی مفسر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (701-774ھ)

فرماتے ہیں: اَيُّ: مَا كُنْتَ عِنْدَهُمْ يَا مُحَمَّدٌ فَتُخْبِرُهُمْ عَنْهُمْ مُعَايَنَةً عَمَّا جَرَى، بَلْ أَطْلَعَكَ اللَّهُ عَلَى ذَلِكَ كَأَنَّكَ كُنْتَ حَاضِرًا وَشَاهِدًا لِّمَا كَانَ مِنْ أَمْرِهِمْ، حِينَ اقْتَرَعُوا فِي شَأْنِ مَرْيَمَ أَيُّهُمْ يَكْفُلُهَا.

”یعنی اے محمد (ﷺ)! آپ ان کے پاس نہیں تھے کہ ان کے بارے میں اس واقعے



کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بارے میں یوں اطلاع دی کہ گویا آپ مریم (علیہا السلام) کے معاملے میں ان کی قرعہ اندازی میں حاضر اور چشم دید گواہ تھے۔ (تفسیر ابن کثیر: 42/2)

دلیل نمبر ۲: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ﴾ (القصص: 28 : 44)

”اور (اے نبی!) طور کے مغرب کی جانب جب کہ ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو حکم احکام کی وحی پہنچائی تھی، نہ تو آپ موجود تھے اور نہ آپ دیکھ رہے تھے۔“
حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اَيُّ: مَا كُنْتَ حَاضِرًا لِّذَلِكَ، وَلَكِنَّ اللَّهَ أَوْحَاهُ إِلَيْكَ. ”یعنی (اے نبی!) آپ اس واقعے کے پاس حاضر نہ تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ کو اس کی اطلاع دی ہے۔“

(تفسیر ابن کثیر: 240/6)

دلیل نمبر ۳: اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا وَلَكِنْ رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُمْ مِّن نَّذِيرٍ مِّن قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾ (القصص: 28 : 46)

”اور نہ آپ طور کی طرف تھے جب کہ ہم نے آواز دی، بلکہ (یہ خبر) آپ کے پروردگار کی طرف سے ایک رحمت ہے، اس لئے کہ آپ ان لوگوں کو ہوشیار کر دیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں پہنچا، تاکہ وہ نصیحت حاصل کر لیں۔“

دلیل نمبر ۴: فرمان الہی ہے:



﴿وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا وَلَكِنَّا كُنَّا

مُرْسِلِينَ﴾ (القصص 28: 45)

”اور (اے نبی!) نہ آپ مدین کے رہنے والوں میں سے تھے کہ ان کے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کرتے بلکہ ہم ہی رسولوں کے بھیجنے والے ہیں۔“

دلیل نمبر ۵ : ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَأِ الْأَعْلَىٰ إِذْ يَخْتَصِمُونَ﴾ (ص 38: 69, 70)

”(اے نبی! کہہ دیجیے کہ) مجھے ان بلند قدر فرشتوں (کی بات چیت کا) کوئی علم ہی نہیں جبکہ وہ تکرار کر رہے تھے۔“

دلیل نمبر ۶ : فرمانِ رب العالمین ہے:

﴿ذَلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُونَ﴾ (یوسف 12: 102)

”یہ باتیں غیب کی خبروں میں سے ہیں جس کی ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں۔ آپ ان کے پاس نہ تھے جب کہ انہوں نے اپنی بات ٹھان لی تھی اور وہ فریب کرنے لگے تھے۔“

سنی امام و مفسر ابن جریر طبری رحمہ اللہ (224-310ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

يَقُولُ: وَمَا كُنْتَ حَاضِرًا عِنْدَ إِخْوَةِ يُوسُفَ، إِذْ أَجْمَعُوا، وَاتَّفَقَتْ أَرَؤُهُمْ، وَصَحَّتْ عَزَائِمُهُمْ عَلَىٰ أَنْ يُلْقُوا يُوسُفَ فِي غِيَابَةِ الْجُبِّ.

”اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ (اے نبی!) آپ اس وقت یوسف (علیہ السلام) کے بھائیوں کے پاس حاضر نہیں تھے جب انہوں نے یوسف (علیہ السلام) کو گہرے کنویں میں پھینکنے کا پورا ارادہ کر لیا تھا اور اس بارے میں ان کی آراء متفق ہو گئی تھی اور ان کے عزائم پختہ ہو گئے تھے۔“

(تفسیر الطبري: 98/13)

حدیثی دلائل

دلیل نمبر ① : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

إِنَّهُ لَقِيَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَرِيقٍ مِنْ طُرُقِ الْمَدِينَةِ، وَهُوَ جُنْبٌ، فَانْسَلَّ، فَذَهَبَ، فَاعْتَسَلَ، فَتَفَقَّدَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا جَاءَهُ قَالَ: «أَيْنَ كُنْتَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟»

”وہ مدینہ منورہ کے ایک راستے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے۔ اس وقت وہ جنابت کی حالت میں تھے، لہذا چپکے سے کھسک گئے اور جا کر غسل کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تلاش کیا۔ جب وہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو ہریرہ! آپ کہاں تھے؟“

(صحیح مسلم: 1/162، ح: 371)

دلیل نمبر ② : نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان

کرتی ہیں: أَبْطَأْتُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً بَعْدَ الْعِشَاءِ، ثُمَّ جِئْتُ، فَقَالَ: «أَيْنَ كُنْتِ؟»، قُلْتُ: كُنْتُ أَسْتَمِعُ قِرَاءَةَ رَجُلٍ مِّنْ أَصْحَابِكَ، لَمْ أَسْمَعْ مِثْلَ قِرَاءَتِهِ وَصَوْتِهِ مِنْ أَحَدٍ، قَالَتْ: فَقَامَ وَقُمْتُ مَعَهُ حَتَّى اسْتَمَعَ لَهُ، ثُمَّ التَفَتَ إِلَيَّ، فَقَالَ: «هَذَا سَالِمٌ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ، الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي أُمَّتِي مِثْلَ هَذَا.

”میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایک رات عشاء کے بعد دیر کر دی، پھر آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کہاں تھی؟ میں نے عرض کیا: میں آپ کے ایک صحابی کی قراءت سن رہی تھی، میں نے نہ اس کی قراءت کی طرح کوئی قراءت سنی ہے نہ اس کی آواز کی مانند کوئی آواز۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور میں بھی آپ کے ساتھ کھڑی ہو



گئی حتی کہ آپ ﷺ نے قاری کی قراءت سنی، پھر میری طرف توجہ کی اور فرمایا: یہ ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم ہیں۔ تمام تعریفیں اس اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے میری امت میں اس طرح کے لوگ پیدا کیے ہیں۔“

(سنن ابن ماجہ : 1338، مسند الإمام أحمد : 165/6، مسند البزار : 2694، المستدرک علی الصحیحین للحاکم : 226، 225/3، وسندہ صحیح)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے بخاری و مسلم کی شرط پر ”صحیح“ قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

حافظ بیہمی فرماتے ہیں: وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ .

”اس کے راوی صحیح بخاری والے ہیں۔“ (مجمع الزوائد للهيثمی : 300/9)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”جید“ کہا ہے۔

(مقدمة تفسير ابن كثير : 63/1، بتحقيق عبد الرزاق المهدي)

بوصري کہتے ہیں: هَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ، رِجَالُهُ ثِقَاتٌ .

”یہ سند صحیح ہے اور اس کے سارے راوی ثقہ ہیں۔“ (مصباح الزجاجة : 534/1)

دلیل نمبر ③ : نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«فَاتَانِي أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَيْنَ كُنْتُ

الْيَلَّةَ، فَقَدْ التَّمَسْتُكَ فِي مَكَانِكَ؟، فَقَالَ: أَعْلِمْتَ أَنِّي أَتَيْتُ بَيْتَ

الْمُقَدَّسِ الْيَلَّةَ؟» ”ابو بکر رحمہ اللہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے: اے اللہ کے

رسول! آپ کہاں تھے؟ میں نے آپ کو آپ کے گھر میں تلاش کیا تھا۔ میں نے کہا: کیا

آپ کو معلوم ہے کہ میں آج رات بیت المقدس گیا تھا؟“

(المعجم الكبير للطبراني : 283/7، ح : 7142، تهذيب الآثار للطبري : 2775، مسند

البزار: 3484، دلائل النبوة للبيهقي: 107/2-109، وسنده حسن

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

دلیل نمبر ۴): غزوہ احد کے موقع پر رسول اکرم ﷺ نے سیدنا

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا: **أَيْنَ كُنْتَ الْيَوْمَ يَا سَعْدُ!**

”سعد! آج آپ کہاں تھے؟“

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم: 26/3، ح: 4314، وسنده حسن)

قارئین کرام! آپ ان قرآنی آیات مبارکہ اور صحیح احادیث نبویہ پر غور کریں اور خود فیصلہ کریں کہ رسول اللہ ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ قرآن و سنت کے موافق ہے یا مخالف؟ اللہ تعالیٰ نے خود آپ ﷺ کے مختلف مقامات پر ہونے کی نفی کی ہے، اسی طرح خود رسول اکرم ﷺ صحابہ کرام سے استفسار فرماتے تھے کہ «أَيْنَ كُنْتَ؟» (آپ کہاں تھے؟)، نیز صحابہ کرام بھی آپ ﷺ سے پوچھ لیتے تھے کہ «أَيْنَ كُنْتَ؟» (آپ کہاں تھے؟)۔ اگر نبی اکرم ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے تو آپ کو اور صحابہ کرام کو یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ پھر حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھنے والے یہی حضرات علم غیب کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔ بھلا جو کسی جگہ موجود ہو، وہاں کی بات اس کے لیے غیب کیسے ہوئی؟

علم و عقل کا کیا تقاضا ہے؟ قرآن و حدیث کس طرف رہنمائی کرتے ہیں؟ اور حق و انصاف کی پکار کیا ہے؟ فیصلہ آپ پر ہے!!! ہماری اپیل ہے کہ آپ قرآن و سنت کے خلاف اور انسانی عقل سے ماوراء عقیدہ حاضر و ناظر کو ترک کر کے صحیح اسلامی اور سلفی عقیدے کو اختیار کر لیں تاکہ اہل سنت کی مخالفت لازم نہ آئے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حق کو سمجھنے اور اسی پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

